سیر و سوانح کے امام
مولانا محمد اسحاق بھٹی رحمہ اللہ علیہ

ابو عمر سوہدروی

پہلی ملاقات کا تذکرہ

برصغیر پاک و ہند کے عظیم مؤرخ اور منفرد سوانح نگار مولانا محمد اسحاق بھٹیؒ بھی ہمیں چھوڑ کر چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ ان پر مسلسل اپنی رحمتیں برسائے۔ آمین! محترم بھٹی صاحبؒ سے پہلی یادگار ملاقات کا تذکرہ اور بعد کے احوال کا تذکرہ عوام الناس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ خاکسار راقم جماعت کے متحرک سوانح نگار محترم عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ سے دیرینہ تعلق رکھتا ہے۔ راقم محترم عراقی صاحب کا اولین تلمیذ بھی ہے، انہی سے محترم بھٹی صاحبؒ کے بارے تاریخی واقعات و لطائف سننے کا شرف گاہے بہ گاہے حاصل ہوتا رہا۔ محترم بھٹی صاحبؒ سے ملنے کا اشتیاق دن بدن بڑھتا رہا۔ آخر ایک دن لاہور جانے کا موقع ملا، سانده، لاہور میں راقم کی تایا زاد بہن کا انتقال ہوا۔ تعزیت کے لیے وہاں جانا تھا۔ اتفاق سے محترم بھٹی صاحبؒ بھی وہیں مقیم تھے۔ راقم نے محترم عراقی حفظہ اللہ سے اڈریس اور فون نمبر لیا اور سیدھا محترم بھٹیؒ صاحب کے گھر پہنچ گیا۔ یہ 4 جون 2008ء بروز بدھ صبح 10 بجے کا وقت تھا۔ گھر کی گھنٹی دبائی ایک نوجوان لڑکا نمودار ہوا۔ یہ لڑکا محترم بھٹیؒ کا بھتیجا تھا۔ راقم نے اپنا نام بتایا۔ چند ہی لمحوں بعد دروازہ کھلا۔ راقم مہمان خانے میں بیٹھ گیا۔ کچھ ہی دیر میں درمیانے قد وقامت کے ایک بزرگ تشریف لائے ان کو دیکھا تو دیکھتا ہی رہ گیا۔ نہایت سادہ لیکن دل دادہ شخصیت کے حامل عزت مآب محترم محمد اسحاق بھٹیؒ میرے سامنے کھڑے مسکرا رہے تھے۔ سر اور داڑھی کے بال بالکل سفید، دھوتی پہنے اور چشمہ لگائے ہوئے تھے۔ حیات عظیم کی سینکڑوں بہاریں دیکھ چکے تھے۔ راقم ان کو دیکھ کر کرسی سے اٹھا اور گرم جوشی سے مصافحہ و

معانقہ کیا اور کرسی پر دوبارہ بیٹھ گیا۔ انہوں نے میرا بازو پکڑ کر اٹھنے کا اشارہ کیا اور ایک چار پائی کے ساتھ والی کرسی پر بٹھا دیا اور خود چار پائی پر بیٹھ گئے۔ انہوں نے نام پوچھا اور آنے کا مقصد دریافت کیا۔ راقم نے محترم عراقی صاحب حفظ اللہ کے حوالہ سے اپنا مختصر تعارف کروایا۔

ان دنوں محترم بھٹی صاحبؒ کی قوت سماعت کمزور ہو چکی تھی اس لیے راقم کو ذرا اونچا بولنا پڑ رہا تھا۔ اگر چہ یہ چیز خلاف ادب سی لگتی ہے لیکن ایسا کرنا ضروری بھی تھا۔ محترم بھٹی صاحبؒ سے مستفید و مستفیض ہونے کے لیے ایسا انداز اپنانا پڑا۔ راقم انہیں انہماک سے دیکھ کر سوچ ہی رہا تھا کہ بات کہاں سے شروع کی جائے؟ انہوں نے خود ہی گفتگو کا آغاز کر دیا۔ ان کے منہ سے نکلنے ہوئے الفاظ وفقرات نہایت صاف ستھرے ادب سے لبریز تھے۔ وہ پنجابی زبان میں گفتگو کر رہے تھے ان کا انداز بیان نہایت دلکش' جان دار اور شاندار الفاظ وتراکیب کا مرقع تھا اس دوران وہی نوجوان لڑکا ٹھنڈا مشروب لے کر آ گیا اور ساتھ ہی چائے بسکٹ سے بھی تواضع ہوئی۔ ہلکے پھلکے طعام کے بعد فوراً کلام کا سلسلہ شروع ہوا۔ راقم نے فوراً ڈائری کھولی اور قلم کو تیار کیا اور کچھ پوچھنے لگا۔ اگر چہ یہ ملاقات تشنہ اور ادھوری رہی لیکن اس یادگار پہلی ملاقات نے راقم کو سیر کر دیا' جو تاریخی نکات ان سے سپرد قلم ہوئے وہ قارئین کے استفادے کے لیے قابل تحریر ہیں یہ تاریخی خاکہ ہمارے اسلاف کے عظیم کارناموں کی عکاسی کرتا ہے۔

تاریخ کے پس پردہ چند حقائق

مشہور ہے کہ شیر کا مارا ہوا شکار جنگل کے دوسرے جانور اس انداز سے کھاتے ہیں جیسے یہ شکار انہوں نے مل کر کیا ہے۔ بالکل اسی طرح برصغیر پاک وہند میں ادیان باطلہ کے خلاف تحریر و تقریر کی شکل میں علمائے اہل حدیث نے بہت عالی شان کام کیا۔ یہاں تک کہ عمل جہاد میں بھی ہراول دستے کے طور پر پیش پیش رہے۔ انہوں نے علمائے اہل حدیث کے کارناموں کو اپنے کھاتے میں ڈالنا شروع کر دیا۔ مگر حقیقت کبھی چھپ نہیں سکتی۔ برطانوی دور میں انگریز مؤرخوں کی لکھی ہوئی کتابیں بتلاتی ہیں کہ شکار پہلے کس نے مارا تھا؟

(1) The Arival of British Empire in India.

(2) Our Indian Muslims By W.W.Hunter

درج بالا دونوں کتب انڈیا آفس لائبریری لندن میں موجود ہیں ان میں حوالہ نمبر 2 کا اردو ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔ ان میں صاف لکھا ہوا ہے کہ ہندوستان میں انگریزوں کے لیے کون کون سی شخصیت کام کرتی رہی' اہل حدیث بزرگوں کے کارناموں پر محترم ڈاکٹر قیام الدین کا ایک شان دار مقالہ انگریزی زبان میں ''بعنوان ''Wahabi Movement in India'' طبع شدہ ہے جس میں ڈاکٹر صاحب نے دلائل اور تاریخی حقائق سے ثابت کیا ہے کہ مذہب ہو یا سیاست' ہر میدان میں اہل حدیث علماء نے ابتداء کی اور سب سے زیادہ تحریر وتقریر کے ذریعہ قرآن وسنت کا دفاع کیا اور عملی جہاد میں بھی ہمیشہ پیش پیش رہے ان سارے حقائق کا اقرار انگریزوں اور ہندوؤں نے بھی کیا۔

محترم بھٹی صاحبؒ نے بتایا کہ ختم نبوت کے حوالہ سے آج ایک طبقہ ایسا ہے جو دھڑلے سے کہہ رہا ہے کہ ہمارے اکابروں نے مرزا کے خلاف بہت کام کیا جب کہ دوسرا طبقہ اپنے علاوہ کسی اور کے کام کو مانتا ہی نہیں۔ حالاں کہ اہل حدیث اس بات کا کھلے دل سے اقرار کرتے ہیں کہ ختم نبوت پر اہل سنت کے تمام گروہوں نے کام کیا لیکن تاریخ یہ بتلاتی ہے کہ اس مسئلہ میں بھی علمائے اہل حدیث نے ہی پہل کی جس کا اعتراف مرزا خود اپنی کتاب ''آئینہ کمالات اسلام'' میں کرتا ہے۔ جب مرزا نے اعلان نبوت کا گستاخانہ اعلان کیا تو ہندوستان میں سب سے پہلے علامہ محمد حسین بٹالویؒ نے ایک ہزار علماء کے فتوؤں سے مرزا کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ علامہ قاضی سلیمان منصور پوریؒ نے سب سے پہلے کتاب لکھی اس کتاب میں قاضی صاحب نے دو پیش گوئیاں کی ہیں کہ مرزا زندگی میں اس کتاب کا جواب نہ دے سکے گا۔ اور حج کرنے سے بھی محروم رہے گا۔ یہ دونوں پیش گوئیاں بالکل سچ ثابت ہوئیں۔

مولانا عبدالحق غزنویؒ نے سب سے پہلے مرزا سے مباہلہ کیا۔ پھر شیخ الاسلام علامہ ثناء

اللہ امرتسریؒ نے مناظرہ ومباہلہ کیا۔ مرزا تو تمام عمر ان کو گالیاں ہی دیتا رہا اور مناظرہ ومباہلہ کے نتیجہ میں شیخ الاسلامؒ سے چالیس سال پہلے آنجہانی ہوگیا۔ مولانا معین الدین لکھویؒ کو خواب میں اللہ تعالیٰ نے دکھلا دیا کہ مرزا کفر کی موت مرے گا۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ نے سب سے پہلے قرآن مجید کی روشی میں ''شہادت القرآن'' نامی ایک جان دار کتاب تصنیف کی۔

پاکستان بننے کے بعد مولانا محمد حنیف ندویؒ نے سیاسی طور پر قادیانیوں کو اقلیت قرار دینے میں جرنیلی کردار ادا کیا جس کا سارا کریڈٹ مولانا ندویؒ کو جاتا ہے۔

علماء اہل حدیث نے ہی 1826ء میں تحریک آزادی کا آغاز کیا۔ سلفی مجاہدین نے مختلف علاقوں میں جہادی تحریک کے ذریعہ کئی کارنامے سرانجام دیئے۔ ان کارناموں کی تفصیل مذکورہ انگریزی کتب میں موجود ہے۔ جو انڈیا آفس لائبریری لندن میں محفوظ ہیں۔

شیخ الاسلامؒ نے ''جمعیت علمائے ہند'' بنائی۔ جس نے تحریک آزادی میں کلیدی کردار ادا کیا۔ 1885ء میں کانگریس بنی' مولانا آزادؒ اس کے صدر آٹھ سال تک صدر رہے۔

دوران گفتگو تقسیم پاکستان کا ذکر ہوا تو محترم بھٹی صاحبؒ فرمانے لگے۔ تقسیم کے وقت پنجاب کے 29 اضلاع تھے ان میں 17 اضلاع پاکستان کے حصے میں آئے اور 12 اضلاع ہندوستان کو ملے' یعنی مشرقی پنجاب (بھارت) اور مغربی پنجاب (پاکستان) یہ سب گہری چال تھی۔ کیونکہ مشرقی پنجاب کے 12 اضلاع میں اہل حدیث کے 31 مدارس تھے اور مغربی پنجاب کے 17 اضلاع میں صرف 11 اہل حدیث مدارس تھے۔ ان تمام حقائق و واقعات کے بارے محترم بھٹی صاحبؒ نے راقم کو اپنی ایک غیر مطبوعہ کتاب کا مسودہ بھی دکھایا' جس کے بارے انہوں نے بتایا اس میں مزید اضافہ کر کے شائع کرواؤں گا۔ راقم نے اس مسودے کے بعض حصے دیکھے اور کچھ حصوں کو محترم بھٹی صاحبؒ نے خود پڑھ کر سنایا۔ محترم بھٹی صاحبؒ نے بتایا کہ سرحد سے ایک دوست کا فون آیا کہ آپ مولانا ابوالحسن علی ندویؒ پر ایک مضمون لکھیں۔ اس کے بعد ان کے تین چار خطوط موصول ہوئے میں نے ان سب کا جواب دیا اور آخری خط کے جواب میں لکھا کہ میں

مولانا ندویؒ پر مضمون نہیں لکھوں گا کیونکہ انہوں نے ایک کتاب ''پرانے چراغ'' کے نام سے لکھی جو تین جلدوں میں ہے اس میں کسی ایک اہل حدیث عالم کا ذکر تک نہیں۔ اس انکشافیہ جواب کے بعد ان صاحب نے دوبارہ مطلوبہ فرمائش نہیں کی۔ پھر محترم بھٹی صاحبؒ نے بتایا کہ میں نے ایک کتاب ''ہفت اقلیم'' لکھی ہے۔ اس میں ایک حنفی عالم کا ذکر کیا ہے۔

قرآن پاک کی تفسیر کے بارے ذکر ہوا تو فرمانے لگے کہ پنجاب میں سب سے پہلے قرآن مجید کی تفسیر ایک سلفی عالم نے لکھی اور کہا ویسے مجھے تفسیر میں مولانا محمد حنیف ندویؒ کا کام سب سے عمدہ لگتا ہے کیونکہ مولانا ندویؒ کی تفسیر میں بڑی گہری نظر تھی۔ انہوں نے مزید بتایا کہ مولانا ندویؒ سے میری رفاقت چالیس سال تک رہی۔ تقریباً روزانہ ملاقات ہوتی تھی۔ وہ خوش طبع انسان تھے۔ یہ تفصیل جان کر راقم نے محترم بھٹی صاحبؒ کی کتاب ''ارمغان حنیف'' کے حوالہ سے پوچھا کہ آپ جو لطائف بیان کرتے ہیں ان میں کچھ حقائق بھی ہوتے ہیں۔ یہ سن کر آپ مسکرائے اور کہا لطیفہ تو لطیفہ ہوتا ہے۔ لطیفہ بیان کرنا بھی ایک فن ہے اور لطیفہ لکھنا الگ فن ہے۔ مولانا ندویؒ خود بھی بہت لطائف بیان کرتے تھے' اس دوران انہوں نے اپنی کتاب ''خدام القرآن'' کے حوالہ سے بتایا کہ اس کتاب میں حروف تہجی کی ترتیب سے کتاب کمزور ہوگئی ہے۔ میں نے پوچھا وہ کیسے؟ انہوں نے مسکراتے ہوئے بتلایا کہ ''نکو'' (چھوٹے) مولوی پہلے آگئے اور اکابر علماء آگے پیچھے ہوگئے' یہ سن کر میں بھی ہنس پڑا۔

یہاں دوران چائے کا ایک لطیفہ یاد آ گیا کہ جب چائے سامنے رکھی گئی تو میں اس وقت کچھ لکھ رہا تھا۔ ''محترم بھٹی صاحبؒ'' نے دو تین بار فرمایا کہ چائے پی لیں ورنہ مجھے پینی پڑے گی۔ اس پر وہ خود بھی مسکرا دیئے محترم بھٹی صاحبؒ نے فرمایا کہ لکھنا بہت مشکل کام ہے اگر کسی کے بارے کچھ لکھا جائے تو لوگ سلیقہ سے ''جزاک اللہ'' بھی نہیں کہتے۔ انہوں نے یہ بھی بتایا کہ تاریخ واقعات کا نام ہے' تعریفوں کا نام نہیں اس لیے سچ لکھنا چاہئے۔ اس کے بعد راقم نے اجازت طلب کی اور دوبارہ ملاقات کا اظہار کیا تو آپ مسکرا کر بولے انشاء اللہ ملاقات ہوگی لیکن جیتے جی آنا صرف مرنے پر نہ آنا' راقم نے اٹھتے ہوئے پوچھا آپ کے نزدیک جمہوریت کا نظام

کیسا ہے؟ بولے جمہوری نظام کفر ہے اور تمام مذہبی جماعتوں کا اس میں شریک ہونا فساد ہے۔

دوسری ملاقات

محترم بھٹی صاحبؒ سے پہلی ملاقات کے بعد دوسری ملاقات محترم عبدالرشید عراقی حفظہ اللہ کے ہمراہ ہوئی اس کا پس منظر یہ تھا کہ راقم ان دنوں شیخ الحدیث مولانا محمد علی جانبازؒ سیالکوٹی پر ایک کتاب مرتب کر رہا تھا۔ استاد محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ میری راہنمائی فرما رہے تھے۔ راقم نے محترم بھٹی صاحبؒ کے تاثرات لکھنے تھے اور ساتھ کچھ راہنمائی بھی لینی تھی۔ اور بھٹی صاحب سے کتاب کے لیے مضمون بھی لکھوانا تھا۔"

18 جولائی 2009ء بروز ہفتہ ہم دونوں محترم بھٹی صاحبؒ کے علم کدہ پہنچے۔ دستک دی تو اتفاق سے بیٹھک کا دروازہ خود شیخ نے کھولا۔ دیکھتے ہی مسکرائے اور محترم عراقی حفظہ اللہ سے مخاطب ہو کر بولے" آپ تو بڑے مولوی بن گئے ہیں اور آپ تو کسی مسجد کے خادم بھی معلوم ہوتے ہیں" یہ استقبالیہ کلمات سن کر راقم اور محترم عراقی صاحب بے ساختہ ہنسنے لگے۔ اور محترم بھٹی صاحبؒ خود بھی حسب عادت مسکرانے لگے۔ پھر انہوں نے اندر آنے کو کہا۔ ہم سب بیٹھ گئے تو بھٹی صاحب نے چائے' پانی کا آرڈر دے دیا۔ چائے آنے تک رسمی اور غیر رسمی گفتگو شروع ہو گئی۔ دوران گفتگو میں نے پچھلی ملاقات کا ذکر کیا اور مولانا ابوالحسن ندویؒ کی کتاب "پرانے چراغ" کے حوالے سے پوچھا کہ اس کتاب میں سید ابوبکر غزنویؒ کا ذکر موجود ہے جب کہ آپ نے فرمایا تھا کہ اس میں کسی اہل حدیث کا ذکر نہیں۔ آپ نے برجستہ فرمایا" اس کتاب میں سید ابو بکر غزنویؒ کا ذکر بطور "صوفی" کیا گیا ہے۔ کیوں کہ ان کے خاندان میں اجتماعی ذکر کا رواج تھا لہٰذا "پرانے چراغ" نامی کتاب میں کسی اہل حدیث عالم کا ذکر نہیں۔ گفتگو میں مولانا عبدالماجد دریا آبادیؒ کا ذکر ہوا تو بھٹی صاحب نے بتایا کہ مولانا دریا آبادی نے دو تین مضامین میرا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی انکشاف کیا کہ مولانا دریا آبادیؒ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے تھے۔

بہت دیر تک گفتگو ہوتی رہی۔ دوپہر کا وقت ہو گیا اتنے میں کھانا تیار ہو کر آ گیا'

کھانے کے بعد میٹھی سویاں بھی آ گئیں۔ اس ڈش کو دیکھ کر محترم بھٹی صاحب کہنے لگے ''بھئی یہ تو ''جمعرات'' والا کام ہو گیا ہے۔

دوران گفتگو راقم نے بریلوی علماء کے بارے کچھ معلومات حاصل کیں محترم بھٹی صاحب نے بتایا مولوی محمود احمد رضوی نے ایک دفعہ مجھ سے پوچھا کہ آپ نے مولوی احمد رضا خان کا تذکرہ اپنی کتاب ''فقہائے ہند'' میں کیوں نہیں کیا؟ میں نے کہا مولوی احمد رضا خان تیرہویں صدی میں موجود نہ تھے۔ اس لیے ان کا ذکر نہیں ہوا۔

محترم بھٹی صاحب نے ادارہ ثقافت اسلامیہ میں 82 سال ملازمت کی مولانا ابوالاشبال شغف آپ کو آثار قدیمہ کہتے تھے۔

چند لمحوں کے بعد محترم بھٹی صاحب نے بتایا کہ مولانا غلام رسول مہر سے کسی نے پوچھا آپ اداریہ کتنی دیر میں لکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ایک فلم کی تقریب میں جانا تھا۔ کسی رسالے کا اداریہ لکھ کر بیگ میں رکھا تھا جب اس کو ڈھونڈا تو نہ ملا پھر 12 منٹ میں وہی اداریہ دوبارہ لکھ دیا۔

ہماری گفتگو اختتامی لمحات میں جا رہی تھی' محترم بھٹی صاحب نے محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ کو مخاطب کر کے چائے کا پوچھا تو محترم عراقی صاحب نے فوراً کہا نہیں اب اجازت دیں۔ یہ سن کر محترم بھٹی صاحب نے کہا آپ اپنی ترجمانی کر رہے ہیں یا ان کی بھی' راقم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس ملاقات کے بعد نئی ملاقاتوں کا سلسلہ چل پڑا۔ 11 مارچ 2012ء بروز اتوار قلعہ میہان سنگھ (قلعہ اسلام) گوجرانوالا میں محترم بھٹی صاحب کی تصنیف کردہ خوبصورت کتاب ''تذکرہ مولانا غلام رسول قلعوی کی'' تقریب رونمائی ہوئی جس میں راقم اور محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ بھی شامل ہوئے۔ اس تقریب میں محترم بھٹی صاحب نے اپنے خیالات کا اظہار یوں کیا۔

مولانا غلام رسول تقریر و تدریس پنجابی زبان میں کرتے تھے اور خط و کتاب فارسی زبان میں کرتے تھے۔ مولانا کا زمانہ دعوت و تبلیغ سے بھرپور تھا اور اس وقت یہ مغلوں کا آخری دور تھا۔ مولانا ولی اللہ انسان تھے' ان کی کرامتوں میں جنات کا بہت عمل دخل تھا۔

ایک اور ملاقات

9 مئی 2012ء بروز بدھ راقم محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ کے ساتھ محترم بھٹی صاحبؒ کے علمی قیام گاہ پہنچا۔ حال احوال کے بعد محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ نے محترم بھٹی صاحبؒ کو بتایا کہ ''ماہنامہ الاحیاء' لاہور' میں ایک مضمون شائع ہوا۔ ہے۔ جس میں صاحب مضمون نے مولانا ابوالکلام آزادؒ کو مقلد ثابت کیا ہے۔ میں نے دلائل کے ساتھ اس مضمون کا رد لکھا تو جواب میں مضمون نگار نے ناکام تاویلات کا سہارا لے کر اپنا دفاع کیا۔'' یہ سن کر محترم بھٹی صاحبؒ نے کہا محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ اب اس کا جواب نہ دینا یہ علمی گفتگو نہیں رہے گی۔

لاہور' گوجرانوالا اور سیالکوٹ میں محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ کے ہمراہ محترم بھٹی صاحبؒ سے لاتعداد ملاقاتیں ہوتی رہیں۔ فون پر بھی کئی دفعہ گفتگو ہوئی۔ آپ جب بھی محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ تعالیٰ کو فون کرتے یا عراقی صاحب آپ کو فون کرتے خاکسار راقم کا ضرور پوچھتے کہ عراقی صاحب آپ کے ''سیکرٹری'' کا کیا حال ہے؟ ان کو میرا سلام کہنا! محترم بھٹی صاحبؒ اپنی کتاب ''چمنستان حدیث'' میں خاکسار راقم کا تذکرہ محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ کے ترجمہ میں نہایت قیمتی الفاظ میں کیا ہے جو راقم آثم کے لیے باعث شرف وعزت ہے۔ یہ کتاب بھٹی صاحب نے راقم کو بذریعہ ڈاک بھجوائی۔

ملاقاتوں کا اختتام

22 دسمبر 2015ء بروز منگل بمطابق 10 ربیع الاول 1437ھ نماز فجر کے بعد محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ گھر جا کر سورج نکلنے کے بعد دوبارہ مسجد میں آئے راقم اس وقت مسجد میں ہی تھا' محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ نے نم آلود آنکھوں سے بتایا کہ بھٹی صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ یہ سنتے ہی زبان سے ''انا للہ وانا الیہ راجعون'' کے کلمات زبان سے نکل پڑے فوراً مختلف علماء سے رابطہ کر کے تصدیق کی

اور لاہور جانے کا انتظام کرنے لگے۔ وزیر آباد میں حکیم محمد عتیق الرحمٰن سلفی حفظہ اللہ کو اطلاع دی اتفاق سے وہ اپنا چیک اپ کروانے کے لیے لاہور روانگی میں مصروف تھے۔ انہوں نے محترم عراقی صاحب حفظہ اللہ سے کہا کہ آپ 11 بجے وزیر آباد آ جائیں۔ حکیم صاحب نے اپنے چھوٹے بھائی جو وزیر آباد کے نہایت معروف ڈاکٹر ہیں' ڈاکٹر محمد یوسف فاروق حفظہ اللہ کو فون کر کے گاڑی منگوالی' ڈاکٹر صاحب نے اپنا ڈرائیور بھی ساتھ بھیجا' وہ اپنی انتہائی مصروفیت کی بنا پر خود نہ جا سکے۔ ناصر باغ لاہور میں 2 بجے جنازہ تھا نماز جنازہ پروفیسر ڈاکٹر حماد لکھوی حفظہ اللہ نے رقت آمیز انداز میں پڑھایا۔ محترم بھٹی صاحبؒ لکھوی خاندان کے بزرگوں کو اپنا ''پیر'' کہا کرتے تھے جنازہ ادا کرنے سے پہلے ڈاکٹر حماد صاحب نے بتایا کہ انتقال سے چار پانچ دن پہلے محترم بھٹی صاحبؒ نے مجھے فون کیا اور کہا کہ دن میں پانچ نمازیں فرض ہیں لیکن میں آپ کو دس بار یاد کرتا ہوں کسی دن آ کر مل جاؤ' میں حسب حکم انکے گھر گیا کیونکہ میں ان کو اپنے باپ کی طرح سمجھتا ہوں' ملاقات ہوئی محترم بھٹی صاحبؒ فرمانے لگے اب کسی سے ملنے اور بات کرنے کو دل نہیں چاہتا۔ آہستہ آہستہ سارے ساتھی دنیا سے جا رہے ہیں''

نماز جنازہ کے بعد جب چہرہ دیکھا تو اسے محسوس ہوا جیسے قیلولہ فرما رہے ہیں لیکن یہ قیلولہ بڑا طویل ہوگا اب نہ کوئی ''فونی'' ملاقات اور نہ کوئی ''خونی'' (بالمشافہ) ملاقات کا امکان ہے جنازہ میں شامل ہونے کے جہاں شرعی اور روحانی فوائد حاصل ہوئے ہیں وہاں معاشرتی فوائد بھی حاصل ہوتے ہیں۔ نماز جنازہ کے بعد جماعت کے نامور اور جید علماء اور اہل قلم حضرات سے ملاقاتیں ہوئیں جس سے دل و دماغ کا غم قدرے ہلکا ہوا۔ جنازہ میں شیخ زبیر علی زئیؒ کے ہونہار شاگرد حافظ ندیم ظہیر نے بتایا کہ محترم بھٹی صاحبؒ سے جب بھی ملاقات ہوئی مجھے چھوٹے زبیر کہہ کر مخاطب ہوئے۔